مجموعه نود ونه. جلد2

محمد عبدالرحمن بن محمد روشن

ASIATIC SOCIETY

Calcutta collection

ما شاء الله لا قوة الا بالله

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بمطبع نامی واقع کانپور مطبوع گردید ۱۲۶ھ

ASIATIC

برچیده از کتابخانه دیجیتال هندوستان http://dli.iiit.ac.in

باز نکشیر از کتابخانه کتاب فارسی http://www.KetabFarsi.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد دوم غرہ شوال ۱۳۱۲ہجری مطابق ۹ فروری ۱۸۹۶ع

بعد حمد خدائے علیم حکیم اور نعت رسول کریم علیہ علی آلہ واصحابہ الصلوۃ والتسلیم کے بندہ
رحمت الٰہی بایان حضرت ایزد منان محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مہرو
کو جانب محمد مصطفی خان مغفور خدمت میں شائقین علوم دین اور طالبین مسائل شرعیہ
عرض کرتا ہو کہ زمانہ پیشین میں اکابر علما کے باعث ترقی علوم دین کی اسقدر ہوئی
اور آج تک باقی ہو لیکن اس عصر میں بسبب سستی اور کاہلی اور بے رغبتی کے اس
بہت اور توفیق مسلمانوں میں آگیا ہو کہ اوسکے باعث سے صورت اندراس علم کی
نمایان ہو پس ایسے وقت میں سب مسلمان بھائیوں کو واجب ہو کہ علماء سابق میں
جو باقی رہ گئے ہیں اونکی ذات بابرکات کو متبرک او غنیمت جان کر اونکی تعظیم او

...ات دنیوی اور ذریعہ نجات اخروی کا سمجھیں اور جو بسبب کم نصیبی
...ن حال ور ...ان صحبت اونکی سے محرومی حاصل ہو تو اس صورت میں چاہیے
...م کو جو نماز دار تعویذ کا چاہیں اور اونکے نوشتے کو دستور العمل کا ... روائی اپنی کا
...لیکن از بسکہ بہم رسی اونکی تکلفات سے خالی نہیں اور ہر شخص پر یہ بات بخوبی جانی نہیں گئی اسکی
...اور کسی کا قول معتمد ہی نظر بران اس عاجز نے بغرض اشاعت بات تجویز کی کہ جو تعویذات
...ان حضرت کے حضور میں پیش ہو کر بہ سجل دستخط اونکے ہوئے ہیں اونکی اشاعت کرکے
...سے سب کا ... ادا کرے اور سوا اسکے جن صاحبوں کو کچھ ضرورت واقع ہو
...دوری تحریر کر کے نسخہ مطبع نظامی واقع کانپور میں ارسال کریں بعمل کے جلی
...راو ... لکھنؤ سے دستخط کرا کے اونکی خدمت میں بھیجے جائیں گے اور یہ ...
...سوال خط میں صرف ہوگا بعد اسکے پھر وہ استفتا داخل اس مجموعہ کے ہوگا اور
...کا نام فیض عام رکھا ایزد تعالیٰ و تقدس برکت دے اور اوسکی ترقی کی
...ترانی کرے دوسری غرض تا اتقان علوم دین کی خدمات میں یہ ذکر جنا صاحبان
...استفتارات دستخطی جناب شیخ ... جناب اعزہ قدس سرہٗ و دیگر علمائے کبار موجود ہوان
...ت اصل یا نقل بسبیل ڈاک ارسال فرمائیں تاکہ وہ بھی اس مجموعہ میں داخل کیے جائیں
...مصارف اسکے بہت ہیں لیکن بخیال نفع رسانی خلائق بہت کم قیمت مقرر کی اور
...ی کے ایک نسخہ استفتا ... اسمائے خریدار کا مرتب کر کے خدمت شائقین میں مرسل ہوگا
...دوام کے واسطے خریداری میں اپنے اپنے نام و نشان سے آگاہی فرماویں کیونکہ وقت طلب ہی ... کیا جاوے

سوال ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ

اس مسئلے مین کہ ایک شخص کہتا ہی کہ تراویح اصلا ثابت نہین پس یہ قول صحیح ہی یا نہین اور ایک شخص کہتا ہی کہ تراویح آٹھ رکعت سنت نبویہ ہی اور بیس مین سے باقی یعنی بارہ رکعت مستحب سنت خلفاے راشدین ہی پس یہ شخص اس قول سے سنیت سے خارج ہوا یا نہین اور نماز اسکے پیچھے درست ہی یا نہین بینوا توجروا

جواب ہو الموفق للصواب

جو شخص کہتا ہی کہ تراویح اصلا ثابت نہین اوسکا یہ قول سراسر باطل ہی کہ رمضان شریف کی کئی راتون مین حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تراویح بجماعت پڑھنا اور پھر بخوف فرضیت ترک فرمانا بروایات صحیحہ بلا خلاف ثابت ہی فتح المنان مین لکھا ہی کہ صحاح ستہ مین روایات متعددہ مختصرہ ومطولہ بطرق صحیحہ اس باب مین وارد ہین

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ اَخْرَجَهٗ اَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى رِجَالٌ بِ فَاَصْبَحَ النَّاسُ يَتَحَدَّثُوْنَ بِذٰلِكَ فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عليه وسلم في الليلة الثانية فأصبح الناس يذكرون ذلك فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله فلم يخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فطفق رجال منهم يقولون الصلوة فلم يخرج إليهم حتى خرج لصلوة الفجر الحديث البتہ تعداد رکعت میں روایات مختلف ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گیارہ رکعتیں مع وتر کے مروی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بیس رکعتیں علاوہ وتر کے آئی ہیں ہر چند محدثین نے اس حدیث کی اسناد کو ضعیف کہا ہے کیونکہ اس میں ابو شیبہ ابراہیم ایک راوی ضعیف ہے اور یہ روایت معارض روایت حضرت عائشہ کے ہے جو صحیحین میں ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے انه سأل عائشة كيف كان صلوة رسول الله في رمضان فقالت ما كان يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة لیکن خلفائے راشدین اور صحابہ و تابعین کے بلکہ اکثر بیس رکعت تراویح پر ہی ثابت و برقرار رہا ہے اور حضرت عمر کے عہد برکت مہد سے آج تک برابر بیس رکعت بلا اختلاف ادا ہوئی اسی پر صحابہ و تابعین کا گویا اجماع ہو گیا ہے جیسا کہ روی البیهقی بإسناد صحيح أن الناس كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان على عشرين ركعة اور موطا میں یزید بن رومان سے مروی ہے قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرين ركعة یعنی مع الوتر اور چونکہ تعداد رکعات نماز میں سرے کے [illegible] خاص میں متقدمین علمائے

محدثین نے لکھا ہے کہ خلفاے راشدین کا بیس رکعت پر مواظبت کرنا قرینہ صحت روایت ابن عباسؓ ہے اور تعارض حدیث حضرت عایشہؓ اسطرح دفع کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تعداد رکعات صلوۃ اللیل میں مختلف تھی حضرت عایشہؓ نے اپنے علم کے موافق وہ روایت کی اور بیس رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت میمونہؓ کے گھر میں ابن عباسؓ نے دیکھی ہو گی ارکان اربعہ میں بعد ذکر روایت ابن عباسؓ کے لکھا ہے قال الشیخ عبد الحق قالوا اسناده ضعيف يعارضه حديث ام المؤمنين والظاهر انه لا معارضة لان ام المؤمنين انما اخبرت بما علمت ولعل رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى عشرين ركعة في بيت ام المؤمنين ميمونة وشاهد ذلك ابن عباس ومواظبة الصحابة على عشرين قرينة صحة ذلك الرواية انتہی اور فتح المنان فی تایید مذہب النعمان میں رد روایتین اور تطبیق روایات خلفاء راشدین کی بیس رکعت پر اور ایک نکتہ حلبی سے بیس رکعت مقرر ہونے کا نقل کر کے لکھا ہے ولا يذهب عليك ان تقدير الاعداد من غير سند من جانب الشارع لا يجوز فعندنا هذه النكتة التي ذكرها الحلبي فالظاهر انه قد ثبت عندهم صلوة النبي صلى الله عليه وسلم كما جاء في حديث ابن عباس فاختاره عمر انتہی رد المحتار حاشیہ در مختار میں ہے ذكر في الاختيار ان ابا يوسف سال ابا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا

ولكن يأمر به لا عن أصل لذاته وعلى هذا من رسول الله صلى الله عليه وسلم

انتهى غرض اسی جهت سے جمهور حنفیہ بیس رکعت تراویح کو سنت موکدہ کہتے ہیں اور جماعت

تراویح کو سنت موکدہ کفایہ فرماتے ہیں کہ مواظبت خلفاے راشدین کی دلیل سنت ہے حنفیہ

کے نزدیک جس امر دین پر مواظبت خلفاے راشدین ثابت ہو وہ بھی سنت ہوگی اور

اوس کا لزوم اور اساءت ترک مثل لزوم و اساءت ترک سنت موکدہ کے ہے بدلیل قوله علیه السلام

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين الحديث اسی واسطے

علماے اصول نے سنت کی تعریف شرعی اس طرح کی ہے کہ هي اسم للطريقة المسلوكة

في الدين كذا في أصول البزدوي ونور الانوار وغيرهما تا کہ طریقہ نبویہ

اور طریقہ اصحاب کرام دونوں کو شامل ہو جاوے اور علماے اصول نے تصریح کی ہے کہ طریقہ

صحابہ پر بھی لفظ سنت کا اطلاق آتا ہے نور الانوار میں لکھا ہے ان السنة تقع على

طريقة النبي وغيره من الصحابة الى ان قال وهي نوعان سنة الهدى

وتاركها يستوجب اساءة والثاني الزوائد وتاركها لا يستوجب

اساءة انتهى ملخصا اور اصول بزدوی میں ہے ان السنة عندنا تقع على

سنة النبي وغيره اور ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ابن کمال کی شرح تغییر التنقیح

سے منقول ہے بلا منع الترك ان كان مما واظب عليه الرسول صلى الله

عليه وسلم او الخلفاء الراشدون من بعده فسنة والا فمندوب ونفل

انتهى اور تنقیح و توضیح میں جو معنی سنت کے مذکور ہیں اسکی یہ وجہ ہے کہ اونمیں

ایک فصل جداگانہ وجوب تقلید صحابی کے بیان مین منعقد کی ہی کہ اوسکا قائل اسی طرف ہی اور نص امام ابو حنیفہ کوفی سے حسن ابو یوسف نے روایت کی ہی کہ انها سنة مؤكدة اور تمام متون شروح و فتاوے فقہ حنفیہ مین سنت موکدہ ہونا مجموع بیس رکعت کا مصرح بمفہوم و صحیح ہی جیسا کہ عبارات مرقومۃ الذیل سے واضح ہوگا اور ابن ہمام نے فتح القدیر مین جو استحباب بعض رکعات کا بحسب اقتضاے دلیل غیر مقبول جمہور لکھا ہی وہ مخالف جمہور حنفیہ ہی کہ خود علامہ ابن ہمام اوسی بحث کے آخر مین لکھتے ہین غیر ان ظاہر كلام المشائخ ان السنة عشرون ومقتضى الدليل ما قلنا اس سے معلوم ہوا کہ یہ رائے محقق ابن ہمام کی مخالف کلام مشائخ اور غیر معمول اور غیر مختار حنفیہ کی اور قابل افتا اور اعتماد نہین اسی واسطے جامع الرموز و در مختار وغیرہ مین لکھا ہی کہ تراویح باجماع صحابہ ومن بعدہم من الامۃ سنت موکدہ ہی تو جو شخص بعض رکعت تراویح کو سنت اور بعض کو مستحب کہتا ہی اوسکا قول بھی مخالف جمہور حنفیہ و خاص امام ابو حنیفہ کے قول کے بھی خلاف ہی بعض کتب فقہیہ مین مثل برجندی و جامع الرموز کے لکھا ہی کہ سنیت مجموع تراویح کا منکر ضال و مردود الشہادۃ ہی تو ایسا قول مخالف جمہور ہرگز صحیح نہین اور قائل حنفیت سے بھی خارج ہو بلکہ یہ قول غیر مختار محض اس قصد سے اوس نے اختیار کیا ہو کہ جمہور حنفیہ سے مخالفت کرے جیسا اس وقت مین بعض غیر مقلد و غیر محتاط بعض مسائل خلافیہ مین کرتے ہین کہ اس صورت مین اوس نے حنفیت سے خروج کا خود التزام کیا ہی لیکن نماز اوسکے پیچھے درست ہی کہ صلوا خلف كل بر وفاجر وارد ہی وهذه عبارة القوم في كتب الدقائق +

فصل في التراويح

وسن في رمضان عشرون ركعة بعشر تسليمات الخ انتهى وفي وقاية الرواية
وسن للتراويح عشرون ركعة بعد العشاء قبل الوتر وفي شرح الوقاية
انما كانت التراويح سنة لانه واظب عليها الخلفاء الراشدون والنبي
عليه السلام بين العذر في ترك المواظبة وهي مخافة ان تكتب علينا
انتهى وفي ذخيرة العقبى لحسن الچلبي انما يدل مواظبتهم على سنيتها لقوله
عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي انتهى
وفي جامع الرموز شرح مختصر الوقاية للعلامة القهستاني وسن التراويح على الصحيح
للرجال والنساء جميعا سنة مؤكدة باجماع الصحابة ومن بعدهم من
الامة منكرها مبتدع ضال مردود الشهادة كما في المضمرات وقال
صلى الله عليه وسلم ان الله سن لكم قيامه فيكون سنة الله وقد صلى
ليلى مع الصحابة اربع ليال كما في البخاري وانما ترك المواظبة
عليها خشية الافتراض علينا وصلى بعده فرادى الى ايام عمر
بن الخطاب ثم تقاعدوا عنها فجمعهم على ابي بن كعب بلا نكير من
احد وهي جمع ترويحة ايصال الراحة مرة واحدة ثم سمي بها كل
اربع من عشرين ركعة لاستراحة بعدها انتهى وفي كمال الدراية شرح
مختصر الوقاية للعلامة الشمني وسن التراويح لان النبي صلى الله عليه وسلم

أدامها وبين العذر في ترك المواظبة عليها كما في الصحيحين عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى في المسجد فصلى بصلاته الناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة فلم يخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما أصبح قال قد رأيت الذي صنعتم فلم يمنعني من الخروج إليكم إلا أني خشيت أن تفرض عليكم وذلك في رمضان زاد البخاري في كتاب الصوم فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والأمر على ذلك وروى البخاري وابن حبان من حديث عبد الرحمن بن عبد القاري قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه ويصلي الرجل فيصلي بصلاته الرهط فقال إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب ثم خرجت معه ليلة أخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم فقال عمر نعمت البدعة هذه والتي تنامون عنها أفضل من التي تقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون أوله وروى البيهقي في المعرفة بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة وفي المحيط بالجماعة سنة فمن ترك التراويح في الجماعة وصلاها في البيت فقد أساء عند بعضهم والصحيح أن إقامتها بالجماعة سنة

على الكفاية حتى لو ترك أهل المسجد كلهم أساؤوا وأثموا انتهى وفي شرح
منية المصلي للعلامة الحلبي ومن السنن المؤكدة التراويح جمع ترويحة سميت
بها كل أربع ركعات منها للاستراحة بعدها وهي سنة مؤكدة في
الصحيح واظب عليها الخلفاء الراشدون والنبي عليه السلام بين
العذر في تركه المواظبة وقال عليه السلام عليكم بسنتي وسنة
الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي وقال عليه السلام إن
الله فرض عليكم صيام رمضان وسن لكم قيامه وأداؤها بالجماعة
سنة أيضا وعن أبي يوسف إن أمكنه أداؤها في بيته مع مراعاة
سننها فهو أفضل إلا أن يكون فقيها يقتدى به والأصح أن الجماعة
فيها أفضل وعليه الجمهور لكنها سنة على الكفاية انتهى وفي الهداية
قال يستحب أن يجتمع الناس في شهر رمضان بعد العشاء فيصلي بهم
إمامهم خمس ترويحات كل ترويحة بتسليمتين ويجلس بين كل
ترويحتين مقدار ترويحة ثم يوتر بهم ذكر لفظ الاستحباب والأصح
أنها سنة كذا روى الحسن عن أبي حنيفة لأنه واظب عليها الخلفاء الراشدون
والنبي عليه السلام بين العذر في تركه المواظبة وهو خشية أن تكتب
علينا انتهى وفي الدر المختار شرح تنوير الأبصار التراويح سنة مؤكدة
لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء إجماعا إلى أن قال

عشرون ركعة في حاشية رد المحتار للعلامة ابن عابدين قوله سنة
مؤكدة صححه في الهداية وغيرها وهو المروي عن أبي حنيفة وذكر في
الاختيار أن أبا يوسف سأل أبا حنيفة عنها وما فعله عمر فقال التراويح
سنة مؤكدة ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا
ولم يأمر به إلا عن أصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولا ينافيه قول القدوري إنها مستحبة كما فهمه في الهداية عنه لأنه
إنما قال يستحب أن يجتمع الناس وهو يدل على أن الاجتماع مستحب
وليس فيه دلالة على أن التراويح مستحبة كذا في العناية وفي شرح
منية المصلي وحكى غير واحد الإجماع على سنيتها وتمامه في البحر قوله
لمواظبة الخلفاء الراشدين أي أكثرهم لأن المواظبة عليها وقعت
في أثناء خلافة عمر رضي الله عنه ووافقه على ذلك عامة الصحابة ومن
بعدهم إلى يومنا هذا بلا نكير وكيف لا وقد ثبت عنه صلى الله عليه
وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها
بالنواجذ كما رواه أبو داود انتهى وفي الأركان الأربعة وهي سنة علينا
لا شك فيه لأن سنة الخلفاء الراشدين كسنة رسول الله صلى الله
عليه وسلم في اللزوم ولا سيما في التراويح فإنه قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم في موعظته عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين

تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل
محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة رواه أبو داود والإمام أحمد ومحدثات
الأمور ما حدثت بعد زمان الخلفاء الراشدين كخطبة مروان قبل صلوة
العيد وجعل الجودة متقومة في الأموال الربوية إذا قوبلت بجنسها حدثت
زمان معاوية وما صدرت من الخلفاء الراشدين فسنة بلا شك يجب الأخذ
بها واتباعها بالنص القاطع ومنه التراويح إلى أن قال وأما تقرر أمر
التراويح على عشرين ركعة والوتر فلما قال يزيد بن رومان كان الناس
يقومون في زمن عمر في رمضان بثلث وعشرين ركعة أخرجه الإمام مالك
۱۳ انتهى وفي خزانة المفتين التراويح سنة مؤكدة للرجال والنساء وهو
الصحيح إلى أن قال ومقدار التراويح عشرون ركعة خمس ترويحات
بعشر تسليمات يسلم في كل ركعتين انتهى وفي مواهب الرحمن وسن
على الصحيح وقيل يستحب أن تصلي في شهر رمضان عشرون ركعة
بعشر تسليمات انتهى هذا والله أعلم بالصواب وعنده أم الكتاب ولما
أثرت الإيجاز وأتيت بالإطناب إنهما لمن يبغي الحق من أولي الألباب
والعاقل من اتقى معجبا برأيه ما يحجب الحجاب عنا فلما استصوبه الأحباب

كتبه محمد عبد الله الحسيني الواسطي البلگرامي عامله الله بلطفه السامي

اجاد من اجاب والله اعلم بالصواب
محمد لطف الله

هو الملهم للصدق والصواب

رحمت خدا مجیب مصیب ہے کہ سنت مؤکدہ ہونا بیس رکعت نماز تراویح کا جمہور حنفیہ کے
نزدیک بشہادت روایات معتمدہ ثابت کر کے منکرین پر دائرہ انکار تنگ کر دیا اور
اوس کے مؤیدات سے ہے عبارت ملتقی الابحر کی وھی ہذہ التراویح سنۃ مؤکدۃ
فی کل لیلۃ من رمضان بعد العشاء قبل الوتر وبعدہ بجماعۃ عشرون
رکعۃ بعشر تسلیمات وجلسۃ بعد کل اربع بقدرھا والسنۃ فیھا
الختم مرۃ فلا یترک لکسل القوم ویکرہ قاعدا مع القدرۃ علی
القیام ویوتر بجماعۃ فی رمضان فقط والافضل فی السنن المنزل الا
التراویح انتہی عاقل خبیر پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس عبارت سے سنت مؤکدہ ہونا
مجموع بیس رکعت تراویح کا صراحۃ بھی ثابت ہے اشارۃ بھی کیونکہ جملہ التراویح
سنۃ مؤکدۃ الخ صراحۃ اس مطلب پر دلالت کرتا ہے و جملہ ویکرہ قاعدا مع
القدرۃ علی القیام اشارۃ اس مضمون پر دال ہے اسلیے کہ باوجود قدرت قیام کے
بیٹھکر ادا کرنا مستحب کا مکروہ نہیں ہے بلکہ سنت مؤکدہ کا وعلی ہذا القیاس جملہ اخیرۃ
والافضل فی السنن المنزل الا التراویح سے بھی یہی مضمون مفہوم ہوتا ہے کما
لا یخفی علی من لہ ادنی تامل اور جبکہ سنت مؤکدہ ہونا مجموع بیس رکعت تراویح کا ثابت
ہوا پس جو شخص کہ محض براہ نفسانیت بلا تاویل اسکا انکار کرے بلاشبہ وہ شخص
ضال اور مبتدع اور مردود الشہادۃ ہے اور یہی مراد ہے عبارت مضمرات سے جسکو علامہ

قہستانی نے جامع الرموز میں نقل کیا ہے اور مسئلہ یہ ہے منکرہا مبتدع ضال مردود الشہادۃ پس اگر کوئی نا فہم اس مضمون کو عائد کرے ابن ہمام صاحب فتح القدیر کی طرف تو بریں عقل و دانش بباید گریست کیونکہ علامہ ابن ہمام کا قول ہرچند منکر اگرچہ تاویل اونکی جمہور حنفیہ کے نزدیک مقبول نہیں ہے واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

نمقہ العبد الخامل محمد عادل عاملہ اللہ سبحانہ بفضلہ الشامل جعلہ من الآمنین یوم الرجف والزلازل

ہو المصیب

منکر سنت بیس رکعت تراویح کا مفترق جماعت مسلمین ہے قول اوسکا منافی ہے سلف اور خلف علمائے اہل سنت کے متون اور شروح میں یہ مسئلہ مذکور ہے اہل ایمان واسطے اوسکی رائے پر ہرگز گوش بر آواز نہیں ہونا چاہیے ایسا شخص بحضور قاضی اسلام مستحق تعزیر ہے قول اوسکا مردود اور گمراہ ہے واللہ اعلم وعلمہ احکم

کتبہ العبد المعتصم سراج احمد عفا اللہ عنہ

ہو الموفق والمعین

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

کتبہ محمد عبد الغفار عفی عنہ

نقل تحریر حضرت مولانا | ہو المجیب المصیب | شاہ عبد العزیز قدس سرہ العزیز

درباب تراویح چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ ہست مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً

همچنین در احادیث صحاح دیگر مروی شده است عن عائشة قالت كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يجتهد في العشر الأواخر ما لا يجتهد في غيره رواه مسلم وعنها
قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل العشر شد مئزره و
أحيى ليله وأيقظ أهله رواه البخاري ومسلم وعن النعمان بن بشير
قال قمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان ليلة ثلث
وعشرين إلى ثلث الليل الأول ثم قمنا معه ليلة خمس وعشرين إلى
نصف الليل ثم قمنا معه ليلة سبع وعشرين حتى قلنا لا ندرك الفلاح
أي السحور پس وجه تطبیق درمیان این روایات که دلالت بر زیادت کمی وکیفی نماز
آنحضرت صلی الله علیه وسلم در رمضان بر غیر آن میکند و در آن روایت که نفی زیادت میکند
اینست که آن روایت محمول بر نماز تهجد است که در رمضان وغیر رمضان یکسان بود
وغالبا عدد وی بقدر یازده رکعت مع الوتر میرسید ودلیل بر این محمل آنست که راوی این حدیث
ابوسلمه نیز در این روایت میگوید قالت عائشة فقلت يا رسول الله أتنام
قبل أن توتر قال يا عائشة إن عيني تنامان ولا ينام قلبي كذا
رواه البخاري وظاهر است که نوم قبل از وتر در نماز تهجد متصور میشود نه در غیر آن
و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است که در شریعت آن وقت بقیام رمضان مسمی بود
که آنحضرت صلی الله علیه وسلم در حق آن فرموده است من قام رمضان إيمانا
واحتسابا غفر الله له ما تقدم من ذنبه ولهذا در کتب حدیث باب قیام

رمضان را جداگانه از باب قیام اللیل که عبارت از تهجد است منعقد کرده اند باجمله
از احادیث مذکوره و الفاظ مسطوره یعنی مزید جد و اجتهاد و احیای لیله و شد
میزر و ترغیب قیام رمضان اینقدر معلوم شد که عدد رکعات صلوة در لیل
رمضان بیست غیر رمضان بسیار بود و در مصنف ابن ابی شیبه و سنن بیهقی بروایت ابن عباس
وارد شده که كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ
فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ اما بیهقی این روایت را تضعیف کرده
بعلت آنکه راوی این حدیث ابو شیبه جد ابی بکر بن ابی شیبه است حال آنکه ابو شیبه
آن قدر ضعف ندارد که روایت او مطروح کرده شود و آری اگر معارض بحدیث
صحیحی بود البته ساقط می شد وَقَدْ سَبَقَ اَنَّ مَا يُتَوَهَّمُ مُعَارِضًا لَهُ
اَعْنِيْ حَدِيْثَ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ الْمُقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَيْسَ مُعَارِضًا بِالْحَقِيْقَةِ
فَيَبْقٰى سَالِمًا كَيْفَ وَقَدْ تَأَيَّدَ بِفِعْلِ الصَّحَابَةِ كَمَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ
بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى
عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَرَوٰى
مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ
فِيْ زَمَنِ عُمَرَ بِثَلٰثٍ وَّعِشْرِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ بِاِحْدٰى عَشْرَةَ
و بیهقی درین هر دو روایت جمع نموده است باین طریق که اول صحابه کرام عمل
یازده رکعت که مشهور تهجد آنحضرت صلی الله علیه وسلم بود درین نماز هم اختیار کرده بودند

بالعلة المشترکة بینهما وهو ان کلا منهما صلوة اللیل

وچون نزد ایشان ثابت شد که آنحضرت صلی الله علیه وسلم درین ماه درین قیام

زیادت ازان عددے فرمودند و بعشرین می رسانیدند من بعد عدد بست رکعت را

اختیار کردند و برین عدد اجماع شد و اختیار اصحاب کرام امرے را که دران

عقل را مدخلت نباشد محمول بر تعلم قولے یا فعلے ازان حضرت صلی الله علیه وسلم

می باشد کما تقرر فی اصول الحدیث و بعد از تحقق اجماع در قرون متاخره

مراعات این عدد هم از ضروریات گشت ولهذا فقها بر بست عدد اتفاق دارند

و در اختیار این عدد وجوه دیگر هم بطریق نکات بیان کرده اند از انجمله آنکه

در غیر رمضان صلوة اللیل که عبارت از تهجد است مع وتر یازده عدد وارد شده ۱۸

آنرا در رمضان که وقت جد و تشمیر است سواے یک رکعت وتر علی ما هو فی

روایة مضاعف کردند و نیز عدد در روایت صحیح و فتی نزد اکثر شافعیه باه سه

که تضعیفش بست سه باشد کذا افاد مولانا عبد العزیز الدهلوی رحمه الله تعالی

و مختار حضرت شاه ولی الله قدس سره در باب تراویح آنست که بدل

تهجد است و چون اصحاب کرام از اقوال و افعال آنحضرت صلی الله علیه وسلم

دانسته بودند که تهجد درین ماه نسبت بسائر سال زیاده تر موکد است و تیسیر هم

منظور آنجناب بود درین نماز ابتدء جه تصرف کرده براے تیسیر قرار دادند

اول اجماع در مساجد همین است یعنی نعم البدعة هذه که حضرت

ف دلیل اشتراک درمیان دونوں نمازوں کے اور ہونا ہر ایک نماز کا نفل ہونا ہے ۱۲

استحباب نماز تراویح در بیست رکعت

جلد دوم نسبه

عمر رضی الله عنه فرموده و نوّر الله قبر عمر کما نوّر مساجدنا
که حضرت علی رضی الله عنه فرموده دوم اداے آن در اول شب حال آنکه
صلوٰة آخر الليل مشهودة و همین است معنی قول حضرت عمر رضی الله عنه
والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون ولهذا هر دو امیر
که سبب بل اکثر اعاظم صحابه در خانهاے خود این قیام را در آخر شب ادا
مے کردند سوم تضعیف عدد که از یازده به بیست رسیده رسانیدند تا عمل بتاکید
زائد که درین باب فهمیده بودند بیشتر شود و بسبب تضعیف عدد فضیلت وقتیه
که از دست رفته است منجبر گردد الحاصل چون مسنونیت تراویح بعد بیست
رکعت ثابت و متحقق بالاجماع است منکر آن لامحاله مبتدع باشد والله اعلم
وعلمه اتم واحکم نمقه العبد المذنب الاواه **محمد سعد الله**
جعل عقباه خيرا من اولاه ووفق لما يحبه ويرضاه

19

شریعت رسول الله
خادم
قاضی و مفتی محمد سعد الله
سنه ۱۲۷۸ ہجری

استفتای حکم طهارت ابدان مشرکین و عدم جواز اکل و شرب بمعیت یهود و نصاری

بسم الله الرحمن الرحیم

چه میفرمایند علمای اهل سنت و جماعت در طهارت و نجاست مشرکین و اکل و شرب با یهود و نصاری در حالیکه با کول ایشان محرم شرعی نباشد و ملوث بخمر نبوده باشد درست است یا نه بینوا توجروا

هو الموفق

چون این سوال متضمن استفسار از دو چیز است یکی طهارت و نجاست مشرکین دوم جواز و عدم جواز اکل و شرب با یهود و نصاری پس جواب از امر اول اینست که ۴۰ ائمه اربعه اهل سنت و جماعت رحمهم الله تعالی اتفاق کرده اند بر طهارت ابدان مشرکین و احتجاج نموده اند برین مدعا بآنکه در قرن اول از قرون ثلثه مشهود لها بالخیر که بمقتضای صدق انتمای خیر القرون قرنی صلعم بهترین قرنها باشد و هم بعمل آمدن شرب از دستهای مشرکین و از ظروف ایشان و پوشیدن پارچهای ساخته اهل هند و سند و حبش و مجوس و فارس و خراسان و گرفتن اشیای سائله مثل شهد و روغن که مشرکین از بلاد عجم بدیار عرب بدست خود ها می بردند بلانکیر رایج بوده است پس اگر ابدان ایشان نجس بودی زنهار این کار از دست حضرات مقتبسان انوار نبوت و مقتفیان آثار رسالت ظهور

نمودہ خصوصاً ابدان مشرکین اهل کتاب که طهارتش اصلا محل تردد و انکار
نیست چرا که نکاح مردان اهل اسلام با زنان ایشان بالاجماع حلال است و این معنی دلیلی
است واضح بر طهارت ابدان ایشان و نیز طهارت عرقیکه سیلان می یابد از ابدان
ایشان علاوه اینکه فرو کش فرمودن آنحضرت علیه التحیة والثنا بعض اهل کفر را در مسجد
خویش چنانکه آینده مذکور شود منادی ببانگ بلند است بطهارت ابدان کفار
آری دخول مشرکین بمسجد حرام و سائر مساجد البته مختلف فیه است پس نزد
امام شافعی علیه الرحمه منع کرده شوند مشرکین از در آمدن بمسجد حرام خاصة
نه در باقی مساجد بنظر بظاهر آیه کریمه إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
٢١ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا زیرا که امام ممدوح درین آیت از عدم قربان
مجرد عدم دخول مراد گیرند و مذکور در آیت صرف مسجد حرام است نه غیر آن لهذا
دخول مشرکین را بدیگر مساجد و در مسجد حرام روا دارند و امام مالک علیه الرحمه
دیگر مساجد را نیز بر مسجد حرام قیاس کرده در آمدن مشرکین را بهیچ کدام مسجد جائز
نشمارند و تبیش حنفیه کثرهم الله سبحانه جواز دخول مشرکین شامل است مسجد حرام
و سائر مساجد را پس ایشان در آمدن اوشان را بتمامی مساجد درست انگارند مسجد
حرام باشد یا مسجد نبوی یا مسجد قدس یا غیر آن بدلیل اینکه مراد از نجاست در کریمه
إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ نجاست اعتقادی است که شرک باشد چه قاعده مقرر
الحکم علی المشتق یشعر بعلیة المأخذ قاضی باینست که لفظ مشرکون

آیت محکوم علیه نجاست ماخذ آن که شرک باشد علت حکم مذکور بود و بر ظاهر که شرک
تعلق باعتقاد دارد نه بجسم و سر آواز فلا یقربوا المسجد الحرام فلا یحجوا ولا
یعتمروا است چنانکه عبارت تفسیر حقائق التاویل که بتفسیر مدارک شهرت دارد متکفل
تصریح این هر دو مراد ست حیث قال یا ایها الذین آمنوا انما المشرکون
نجس ای ذو نجس وهو مصدر یقال نجس نجسا وقذر قذرا لان
معهم الشرک الذی هو بمنزلة النجس الی ان قال فلا یقربوا
المسجد الحرام فلا یحجوا ولا یعتمروا کما کانوا یفعلون فی الجاهلیة
بعد عامهم هذا وهو عام تسع من الهجرة حین امر ابو بکر رضی الله
عنه علی الموسم ویکون المراد من نهی القربان النهی عن الحج والعمرة
فی مذهبنا ولا یمنعون من دخول الحرم والمسجد الحرام وسائر
المساجد عندنا وعند الشافعی رحمه الله یمنعون من المسجد
الحرام خاصة وعند مالک رحمه الله یمنعون منه ومن غیره
انتهی و در تفسیر جلالین ست یا ایها الذین امنوا انما المشرکون نجس قذر
لخبث باطنهم فلا یقربوا المسجد الحرام ای لا یدخلوا الحرم بعد
عامهم هذا عام تسع من الهجرة انتهی و در کمالین حاشیه جلالین
تحت قول مفسر ای لا یدخلوا الحرم مرقوم ست اخرج ابن ابی حاتم
عن ابن عباس وسعید بن جبیر ومجاهد وعطاء ان المسجد

الحرام حيث أطلق في القرآن فالمراد به الحرم وعند الشافعي أنهم
لا يدخلوا الحرم أصلا لتجارة ولا بغيرها إلا بإذن الإمام لمصلحة
المسلمين خاصة ولا بأس بذلك عند أبي حنيفة رحمه الله
والآية محمولة على منع الدخول على وجه الاستيلاء عليه والقيام
بعمارة المسجد كما قبل الفتح والمنع عن الطواف عريانا أو عن الحج
والعمرة كما نودي عليه بنداء علي رضي الله عنه يوم النحر أن لا يحج
بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان انتهى پوشیده نماند
که ازین عبارت چند فوائد بمعرض استنباط میرسد یکی آنکه بروایت ابن ابی حاتم از
ابن عباس و سعید بن جبیر و مجاهد و عطا رضی الله تعالی عنهم ثابت شد که در قرآن مجید
هر جا که مسجد حرام اطلاق کرده شود مراد ازان تمامی حرم است دوم آنکه انچه نزد امام
شافعی علیه الرحمه مشرکین از درآمدن مسجد حرام خاصه ممنوع اند پس این ممنوعیت
نزد شان علی الاطلاق نیست بلکه مقید است بعدم ضرورت پس اگر ضرورت مصلحت
مسلمین داعی بر دخول مشرکین بمسجد حرام آید اندران حال پیش امام موصوف نیز درآمدن
شان باذن امام بمسجد حرام باکی ندارد سوم آنکه آیه ثانی هدایه که مسوق است
برای ممانعت دخول مشرکین بمسجد حرام پس محمول است نزد حنفیه بر ممانعت دخول
شان بر وجه استیلا چنانکه قبل فتح مکه معمول داشتند یا بر ممانعت از طواف در حالت
برهنگی یا بر ممانعت از حج و عمره چنانکه بندای حضرت علی رضی الله عنه باینکه

لا یحج بعد العام مشرک و لا یطوف بالبیت عریان بران دلالت
میکند و چون خبث و نجاست در اعتقادات مشرکین ست چنانکه بالا مذکور شد
پس در امان ایشان مودی بتلویث مسجد بنجاست نمی تواند شد و نیز جناب رسالت مآب
صلی الله علیه وسلم قاصدان ثقیف را که کفار بودند در مسجد نبوی فرود کش گردانیده اند
پس این فعل آنحضرت صلی الله علیه وسلم اول دلیل ست بر جواز دخول مشرکین در مساجد
نمی بینی که بعد مسجد حرام مرتبه و فضیلتی که مسجد نبوی راست دیگر مساجد را نیست
و هرگاه فرود کشیدن کفار بمسجد نبوی بحکم آنحضرت صلی الله علیه وسلم جائز بدرجه ثبوت
گشته در امان ایشان بدیگر مساجد چگونه روا نباشد باقی ماند اینکه ظاهر قول او تعالی ۲۴
فلا یقربوا المسجد الحرام دال ست بر عدم جواز دخول مشرکین در مسجد حرام
بعبارة النص و در سائر مساجد باشارة النص و از فرود کش فرمودن آنحضرت علیه
الصلوة والسلام و التحیة وفد ثقیف را بمسجد خود مفهوم خلاف آنست اندرین صورت
بجهت قاصدان
وجه تطبیق چه باشد پس باید دانست که مخالفت میانه قول حق تعالی و فعل جناب
رسالت مآب صلی الله علیه وسلم بر مذهب حنفی هرگز لازم نمی آید زیرا که مراد از قول او تعالی
فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا عدم القربان مع الحج و العمرة ست
نه مطلق عدم قربان چنانکه در تفسیر احمدی مذکور ست و آنچه قبل ازین از تفسیر مدارک
منقول شد [illegible] همین ست و نیز مؤید ست این مراد را آنکه شیر خدا امیر المؤمنین
علی مرتضی کرم الله وجهه روز عید قربان بآواز بلند ندا داد که لا یحج بعد العام
[illegible]

بعض ... [illegible] در مسجد ... [illegible]

مشرکاً ولا یطوفنّ بالبیت عُریان یعنی حج نگذارد بعد ازین سال مشرکها
و نه طواف خانهٔ کعبه کنند برهنه چنانکه پیشتر ازین از جلالین حاشیه جلالین بحواله نقل آمد لیس
محل حفی آیت چنان ست که مشرکین بنا بر ادا مناسک حج بمسجد نیامده داخل آن شوند بر تقدیر
از مجرد دخول مسجد حرام و نه لا لای بسایر مساجد چگونه ممنوع توانند بود و قرینه برین مراد
قول او تعالی بعد عامهم هذا است چه در صورت اراده نهی از مجرد دخول درین آیه وافی را
تقیید به بعد عامهم هذا هیچ فائده حاصل نشده زیرا که مجرد دخول موقت بوقت دون وقت نیست
بخلاف اراده نهی از دخول مسجد حرام برای گذاردن حج که وجود این فعل البته بعد سال
متحقق میگردد و اصلا چنان فائده تقیید بسطور از دست نمیرود و نیز قرینه برین مراد است

۲۵ قول او تعالی وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم الله من فضله ان شاء
که بعد ازین واقع شده زیرا که حاصل معنیش آنست که اگر می ترسید شما بسبب نهی از دخول
مشرکین بمسجد حرام برای حج و عمره و محتاج شدن خود را بنابر آنکه کفار بمسجد حرام که
مراد از آن تمامی حرم ست جوق جوق می آیند و آنجا تجارت اشتغال می ورزند پس
در صورت ممنوع شدن دخول کفار بمسجد حرام البته عمل تجارت که سبب بقا ست
فوت خواهد شد پس مترسید از آن که قریب ست که غنی گرداند شما را خدا از فضل خود
اگر خواهد از مال غنیمت یا غیر ذلک و این معنی مناسب نیست مگر نهی را که از دخول
مسجد حرام برای حج و عمره باشد نه نهی از مجرد دخول را چه بدیهی ست که کفار جوق جوق
گروه گروه برای حج بمسجد حرام می آمدند و عمل تجارت و معامله خرید و فروخت بکثرت

دیگر گاه در آمدن شان بمسجد حرام بنا بر حج و عمره نهی نازل گشت البته خوف انسداد باب
تجارت پیدا گردید که آنرا حق تعالی بمقتضای وفور رحمت خویش دفع فرمود و اگر مراد
از نهی مجرد دخول بمسجد حرام بودی اصل منشا خوف از حصول فقر نبود
چه میتوانند که بمسجد حرام داخل نمی شدند و بیرون حرم در شهر مکه بعمل تجارت میکوشیدند
که بسبب بقای آنها می بود بالجمله ازین بیان باحسن وجوه پیرایه وضوح پوشید که مراد
از قول او تعالی فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا نهی از دخول
مشرکین بمسجد حرام از بهر ادای حج و عمره است نه نهی از مجرد دخول آنها و وقتیکه مجرد
در آمدن شان بمسجد حرام منهی عنه نشد پس جائز باشد اذ لا مانع از و هرگاه جواز در آمدن
شان بمسجد حرام که قبله جمیع مساجد و افضل آنهاست بپایه ثبوت رسید در آمدن
شان بسائر مساجد بطریق اولی کسوت جواز در پوشید آمدیم برینکه چون از بیان
ماسبق طهارت ابدان مشرکین جا بمعرض ثبوت یافت پس آنچه هادی از ائمه زیدیه
قائل بوده است باینکه مشرکین چون سگ و خوک نجس العین هستند و استدلال نموده است
برین مطلب بحدیثی که آنرا ابو الشیخ و ابن مردویه از عبد الله بن عباس رضی الله
تعالی عنهما روایت کرده اند که گفت ابن عباس فرمود رسول خدا صلی الله علیه و سلم
مَنْ صَافَحَ مُشْرِكًا فَلْيَتَوَضَّأْ أَوْ لِيَغْسِلْ كَفَّيْهِ یعنی هر که مصافحه کند با مشرکی
پس باید که وضو کند یا بشوید هر دو کف دست خود را و بحدیثی که ابن مردویه از هشام
بن عروه و او از پدر خود و او از جد خویش روایت کرده که گفت جبرا واستقبل

۲۶

رسول الله صلی الله علیه وسلم جبرئیل علیه السلام فتناوله بیده
فأبی أن یتناوله فقال یا جبرئیل ما منعك أن تأخذ بیدی قال إنك
أخذت بید یهودی فکرهت أن تمس یدی یدًا قد مستها ید کافر
فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بماء فتوضأ فتناوله بیده فتناولها
یعنی پیش رسول الله صلی الله علیه وسلم جبرئیل علیه السلام آمد پس گرفت او را دست مبارک
آنحضرت صلی الله علیه وسلم پس باز ماند جبرئیل از گرفتن دست مبارک آنحضرت صلی
علیه وسلم پس فرمود آنجناب علیه الصلوة والسلام یا جبرئیل چه چیز است که منع کرد ترا
از آنکه بگیری دست من جبرئیل گفت که تحقیق گرفتی تو دست یهودی را پس مکروه شمردم
این را که مس کند دست من آن دست را که مس کرده است او را دست کافر پس طلب
فرمود پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم آب را پس وضو کرد از آن آب پس گرفت جبرئیل را
دست شریف آنجناب نبوت مآب علیه الصلوة والسلام پس گرفت جبرئیل علیه السلام
دست مبارک آنحضرت صلی الله علیه وسلم را انتهی پس قبول او قرین صحت نیست
و این استدلال مخدوش است بآنکه وجوب وضو از مس اعیان نجسه در شرع شریف
وارد نشده و واجب نیست مگر شستن موضعی که با اعیان نجسه رسیده باشد پس
مشرک نجس العین بوده در مس او بوضو امر کرده نمی شد بلکه این نجاستی است دیگر
مقام اینست که نجاست معتبره در شرع شریف بر مراتب متعدده و طبقات مختلف است
که هر یکی از آن حکمی خاص دارد پس طبقه اولی نجاست حسیه است و طبقه ثانیه

۴۷

نجاست روحیه که بعد از تاثیرش در اعمال و اخلاقیه مزاولت نموده می آید با بدن اثر آن
در بدن ظاهر شود و طبقهٔ ثالثه نجاست روحیه که اثرش بوجه من الوجوه بر بدن ظاهر نشود
با طبقهٔ اول منقسم است بسه قسم قسم اول آنکه ادراکش صرف بواسطهٔ وهم صورت بندد
و عقل در ادراک آن مساعدت نکند بل تکذیب و مخالفت آن باشد مثل آب بینی و آب
دهن و آوندهائیکه مهیا کرده شود برای بول و براز و هنوز قطعاً آن بول و براز در آنجا
نیفتاده باشد یا بعد قطع آن بول و براز از آنها شسته طاهر کرده باشند پس نجاست
این چیزها وهمیه صرف است یعنی ادراکش محض بواسطهٔ وهم است و عقل تکذیب و مخالف
آن و این قسم نامیده میشود بمتقذرات نه نجاسات و پرهیز نموده از این قسم را متنظف گویند ٢٨
نه متطهر زیرا که متنظف اجتناب از نجاسات وهمیه صرف باشد و متطهر اجتناب از نجاسات
حقیقیه و حکمیه که ادراکش بواسطهٔ عقل و وهم هر دو یا بواسطهٔ عقل صرف صورت یابد
چنانکه آینده بیاید و شارع علیه السلام متنظف را در جاروب کشی مساجد و مواضع صلوة
اعتبار فرموده است زیرا که وعید فرموده بر انداختن آب دهان در مسجد و منع فرموده است
از نماز در معاطن ابل و غیره قسم دوم آنکه ادراکش بواسطهٔ وهم و عقل هر دو صورت میگیرد
و آن نجاسات حقیقیه است چون بول و براز و دم مسفوح یعنی خون روان و فضلات
حیوانات و غیر ذلک و این قسم را نیز شارع علیه الصلوة و التحیة اعتبار فرموده است
چرا که واجب فرموده شستن آنرا هنگام ارادهٔ نماز و حرام گردانیده است تلویث ثیاب
و بدن را بآن بدون عذر چه معذور را از آن گزیری ندارد قسم سوم آنکه ادراکش فقط

بواسطهٔ عقل صورت پذیرد و در وهم او را دخل نباشد و این قسم را انحای مختلفه است
بعضے ازان آنست که دریابد آنرا عقل بعد تنور بنور شرع و آن نجاسات حکمیه است نحو
حدث و جنابت و حیض و نفاس زیرا که نجاست تمامی بدن بسبب خروج حدث یا منی
یا خون حیض و نفاس ازان چیزهاست که وهم آنرا دریافت نتواند کرد لیکن عقل بعد تنور
بنور شرع ادراک آن میکند نحو وجدانیات و بدان متاذی میگردد چنانکه متاذی میشود
از نجاسات حقیقیه بلکه زیادتی آن اشد ست از تاذی نجاست حقیقیه و بعضے ازان آنست
که عقل آنرا ادراک نماید مگر بعد مخالطت و مصاحبت با ملائکه مانند نجاست غیبت
و دروغ و سخن چینی وغیره چنانچه در حدیث صحیح وارد شده است اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ
۲۹ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَکُ مِیْلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ حاصل
اینکه وقتیکه دروغ میگوید بنده میگریزد فرشته یک میل بجهت بوی بد آن و نیز مانند
نجاست خمر و مسکرات مطلقه چه نجاست در آنهم بود و این قسم در حقیقت طبقه ثانیه است
یعنی آن نجاست روحانیه که اثرش عند التعمق و مصاحبت با ملائکه در بدن ظهور یابد
بعد تاثیر آن در اعمال و اخلاق که مزاولت نفس با آن میشود ازین نجاست که اجتناب
فرمود حضرت رسول مقبول صلی الله علیه وسلم از اکل از چیزی که در ان بقولات بود
و فرموده یکی از صحابه کرام کُلْ فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَا تُنَاجِیْ یعنی بخور زیرا که من
مناجات میکنم با آنکه تو با او مناجات نمیکنی مروی است که روزی آنحضرت صلی الله
علیه وسلم [illegible] در دیگی [illegible] ازان [illegible] گشت [illegible] عالم

صلی الله علیه وسلم از تناول نمود و با یکی از صحابه فرمود که تو بخور مخاطب چون اعتقاد
آنجناب بختمی آب علیه الصلوة والسلام معاینه کرد و نیز از خوردنش دست کشید آن وقت
سرور کائنات علیه التحیات والتسلیمات این حدیث فرمود یعنی هرچند خوردن سیر
بجنه حلال است لیکن از آنجا که مرا با جبرئیل امین اتفاق تکلم می افتد و ایشان را بوی سیر
خوش نمی آید بنا بر علیه من از خوردنش خود را باز داشتم و تو که بر این مرتبه واری پس ترا
از خوردن آن هیچ باکی نیست فقط کذا فی تحفة الاخیار و مشکوة المصابیح طبقه ثالثه
یعنی آن نجاست روحیه که اثرش اصلا بر بدن ظاهر نگردد نجاست اعتقاد باطل است
واشد انواع آن شرک باشد چه این نجاستی است که از اعتقاد بوجه من الوجوه دریافت
۳۰ نمیکنند فقط پس از این تقریر وجیه چنانکه باید بوضوح انجامید که نجاست شرک تعلق
با بدان اهل شرک ندارد بلکه بارواح شان وجبرئیل امین هم از تناول دست شریف
حبیب خدا علیه التحیة والثنا بنا بر آنکه آنجناب تقدس مآب دست جهودی گرفته بود
نه از جهت نجس العین بودن جهودان بود که از جمله مشرکین اهل کتاب باشند بلکه بنا بر آنکه
چون جهودیان در غایت نجاست شرک هستند وارواح مشرکین بانواع نجاست روحانیه
ملوث بنا بر علیه مس یهودی دست مبارک سرور کائنات صلی الله علیه وسلم را
داعی بر استکراه روح الامین از تناول دست شریف آمد لهذا جناب رسالت مآب
علیه الصلوة والسلام آب طلب فرمود و وضو فرمود هرگاه طبقات نجاست مختلف است
پس بر آمد یکی از این طبقه حکمی است جداگانه که بدان اختصاص می دارد بیان آنکه اعتقاد

از طبقهٔ اولی در هر مکان و هر زمان بر خاص و عام واجب ست مگر بعضی چون صاحب رعاف
دائم ربا شند و اجتناب از طبقهٔ ثانیه بر خواص نوعی الشرف واجب ست چون حرمت صدقات
واجبه بر بنی هاشم نه بر غیر ایشان و مخالطت با فساق در حالت صوم و غیبت و کذب نیز
درین حالت و حال طهارت و اجتناب از طبقهٔ ثالثه بر هیچ یکی واجب نیست و اثرش
ظاهر نشده مگر در مسجد حرام که قبلهٔ نماز ست و آن اینکه دخول مشرکین در آن برای حج
و عمره ممنوع گردید فقط و اما تمسک قائل مذکور در باب نجس العین بودن مشرکین بقول
او تعالی فلا یقربوا المسجد الحرام پس از سر باطل چرا از جلی بدیهیات ست که اگر نهی
از قربان مسجد حرام بنا بر نجاست عین مشرکین میبود این حکم مختص بمسجد حرام نمی گشت
۳۶ زیرا که درین حکم با مسجد حرام سائر مساجد متساوی الاقدام هستند علاوه اینکه در مسند
عبد الرزاق و در تفسیر ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویه و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ
از قتاده و در مسند احمد از جابر رضی الله عنه مروی ست که فرمود رسول خدا صلی الله
علیه وسلم که گاهی در نیاید بمسجد حرام مشرکی بعد ازین سال من بعد مگر اهل عهد و خدام
پس اگر نجاست آنها بمقتضای نفس شرک بودی استثنای اهل عهد و ممالیک وجهی
نداشت هذا کله ما استفدته من التفسیر الاحمدی و حقائق التاویل و الجلالین الکمالین
و من کلام استاذ الاستاذ مولانا شاه عبد العزیز انار الله برهانه اما جواب از امر
دوم اینکه بر ظروف یهود و نصاری ظاهر منکرات چون شراب و گوشت و ظروف طلا و
نقره و غیر آن باشد و آوندهای ایشان از آلودگی نجاسات پاک نباشد پس حرا

باز دیدن ایشان حرام است اگرچه ظرف ایشان و آن مسلمان مخورد و خالی از نجاست باشد چه در این مشارکت
مشارکت مسلم لازم می آید با ایشان در شعار ایشان و این خود درست نیست و بر تقدیر عدم
سفر و از این مفاسد هم ممنوع است اگر بطریق عادت و بر سبیل مداومت باشد چرا که
این حال مستلزم مداهنت و تقرب ایشان و موجب مخالطت و موالات با ایشان است
و این معنی ممنوع است بنابر آنکه حق تعالی در سوره مائده میفرماید یَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ
یعنی ای مومنان دوست مگیرید یهود و نصاری را بعض ایشان دوست بعض اند و هر که از شما
دوست دارد ایشان را پس او از جمله ایشان است هر آینه خدا راه نمی نماید گروه ستمگاران را
و در تفسیر مدارک التنزیل است ومن یتولهم منکم فانه منهم من جملتهم
وحکمه حکمهم وهذا تغلیظ من الله وتشدید فی وجوب مجانبة
المخالف فی الدین ان الله لا یهدی القوم الظالمین لا یرشد
الذین ظلموا انفسهم بموالاة الکفر انتهی یعنی هر که دوست دارد ایشان را
از ایشان است آنکس از ایشان است یعنی از گروه ایشان است و حکم او حکم ایشان است این کلام
تغلیظ و تشدید است از حق تعالی در وجوب کناره کردن از مخالف دین هر آینه خدا هدایت
نمیکند گروه ستمگاران را یعنی راه راست نمی نماید آنکسان را که ستم کرده اند بر خود
بسبب دوستی کفار انتهی و هم در حدیث شریف وارد شده که فرمود رسول خدا صلی الله علیه وسلم

مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ تَأْكُلَ مَعَ غَيْرِ اَهْلِ دِيْنِكَ یعنی از جملۀ جفاست مر ترا خوردن تو با مخالف دین خود و اگر مواکلت بر سبیل دوام و استمرار نباشد بلکه یک بار یا دو بار به نیت تالیف قلوب ایشان بر اختیار ملت اسلام خوردن و آشامیدن با ایشان مباح ست بشرط فقدان مفاسد مرقومه زیرا که مروی شده که روزی حضرت رسالت پناه صلی الله علیه وسلم مشغول با کل بود پس آمد کافری و گفت شریک کن مرا ای محمد صلی الله علیه وسلم پس فرمود آنحضرت علیه التحیة والثنا بیا بخور پس خورد نبی ما صلی الله علیه وسلم یکبار با کافری بنا بر تالیف قلب او بر دین اسلام پس وجه تطبیق میانه روایت اولی که دلالت بر ممنوعیت مواکلت با مخالف دین میکند و میانه روایت ثانیه که بوی اباحت از آن مشام ادراک فائز میگردد آنست که مراد از روایت اولی ممنوعیت اکل و شرب با کفار بر سبیل مداومت یا بوجه خوردن آن به نیت تالیف قلوب ست و مقصود از روایت ثانیه جواز آن یک بار یا دو بار به نیت تالیف قلوب باشد و در نصاب الاحتساب از ذخیره سے آورده هَلْ يَأْكُلُ مَعَ الْكَافِرِ فَاِنْ كَانَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ لِتَأْلِيْفِ قَلْبِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ فَلَا بَأْسَ بِهِ فَاِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ مَعَ كَافِرٍ مَرَّةً فَحَمَلْنَا عَلَى اَنَّهُ كَانَ لِتَأْلِيْفِ قَلْبِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَلٰكِنْ تُكْرَهُ الْمُدَاوَمَةُ عَلَيْهِ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله

علیہ وسلم انہ قال من الجفاء ان تاکل مع غیر اهل دینک
ویحمل هذا الحدیث علی الدوام و علی ان لم یکن تألیف
قلبه علی الاسلام ویحمل الحدیث الاول علی ان من کان
نیته تألیف قلبه علی الاسلام توفیقا بین الحدیثین انتهی

همچنین ست در مطالب المؤمنین پس ازین روایت همچو آفتاب نیمروز هویدا درخشد
که اگر مواکلت با کفار به نیت تالیف قلوب باشد یکبار یا دو بار جائز ست و الا یکبار
هم جائز نیست و معلوم ست که درین دیار معمول نصاری مواکلت با این قوم
وسیلهٔ تقرب و استرضاے ایشان باشد نه ذریعهٔ تالیف قلوب شان
بر اختیار دین اسلام پس علت جواز مواکلت با این قوم درین بلاد منتفی ست
بنا بران درین دیار و امصار بحکومت آنها روا نباشد و از چیزے فهمی بعضے
خوش فهمان ست که بر جواز مواکلت با قوم نصاری علی الاطلاق از آیهٔ کریمه
وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم وطعامکم حل لهم
استدلال کنند و ندانند که این استدلال از سر غلط ست چه حلت طعام
اهل کتاب براے مسلمین و بالعکس چیزے دیگر ست و جواز اکل و شرب مسلمین
با آنها چیزے دیگر پس از ثبوت یکے ثبوت دیگرے لازم نیاید والله سبحانه
اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب فقط حرره العبد الخامل محمد عادل ناله الله
سبحانه بفضله الشامل وجعله من الآمنین یوم الرجفة الزلازل

محمد عادل

نقل مهر

رحم اللہ من اجاب و انا ارنا صاب و اجاد کتبہ العبد الاثیم محمد عبد اللہ
الحسینی الواسطی البلگرامی عاملہ اللہ بلطفہ السامی

محمد عبد اللہ

المجیب مصیب حررہ العبد المفتقر الی رحمۃ ربہ القدیر محمد امیر عفی عنہ

محمد امیر

الجواب صحیح والمجیب نجیح
حررہ محمد عبد الغفار عفا اللہ عنہ

محمد عبد الغفار

اصاب المجیب فما اجاب جزاہ اللہ خیر الجزاء
یوم الحساب کتبہ خاکسار حسین علی عفی عنہ

حسین علی

اجاد من اجاب واللہ اعلم بالصواب
کتبہ العبد الضعیف محمد لطف اللہ

۳۵

محمد لطف اللہ

العمل ان ما قال المجیب العادل فہو الحق بما دل
والصدق بما قال نمقہ العبد المذنب الاواہ

محمد سعد اللہ عفا اللہ عنہ اجابہ و وفقہ لما یحبہ و یرضاہ فقط

شریعت رسول اللہ السلام
خادم
قاضی و مفتی محمد سعد اللہ
سنہ ۱۲۷۹ ہجری

نقل استفتا سے مرسلہ مولوی سید احمد خانصاحب دہلوی صدر الصدور از کوئل و جواب از مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب عم فیضہم

استفتای عدم جواز اکل و شرب با غیر اہل اسلام

چہ میفرمایند علمای شریعت درین مسئلہ کہ یہودیان و عیسائیان و مسلمانان باہم بر یک دستارخوان طعام خورند و چیزے از محرمات مثل شراب و خنزیر و غیرہ نباشد و نہ دست و دہان کسے از اہل کتاب از خوردن محرمات آلودہ باشد پس

این مواکلت شرعاً جائز است یا نہ بینوا توجروا ۳

ہو الموفق

الجواب مسلمانان را مواکلت و مخالطت در اکل و شرب با غیر اہل دین خود اگر احیاناً یکبار یا دو بار بطریق اتفاق افتد مضایقہ ندارد و زیادہ ازین بلا ضرورت چہ مواکلت و مخالطت فیما بین در اکل و شرب دلالت بر محبت و موالات میدارد کہ حق تعالیٰ از ان ممانعت فرمودہ است چنانچہ میفرماید یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَهُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ ۘؔ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ یعنی ای مومنان مگیرید یہود و نصاری را دوستان خود ایشان باہمدگر دوستانند و کسی کہ از شما ایشان را دوست دارد در حکم ایشان است و در تفسیر نیشاپوری مروی است عَنۡ اَبِیۡ مُوۡسَی الۡاَشۡعَرِیۡ

قال قلت لعمر بن الخطاب ان لي كاتبا نصرانيا فقال ما لك قاتلك
الله الا اتخذت حنيفا اما سمعت هذه الآية قلت له دينه ولي
كتابته فقال لا اكرمهم اذ اهانهم الله ولا اعزهم اذ اذلهم
الله ولا ادنيهم اذ ابعدهم الله ابو موسى اشعری روایت میکند که من
از عمر بن الخطاب گفتم که مرا کاتبی است نصرانی فرمود چیست ترا بکشد ترا خدا
تعالی چرا کاتب مسلمان نه گرفتی آیا نشنیده این آیت یعنی یا ایها الذین آمنوا
لا تتخذوا الآیة گفتم دین او برای اوست و مرا کتابت اوست پس فرمود اکرام نکنیم
آنها را هرگاه اهانت ایشان نمود خدا و عزت ایشان نکنیم هرگاه ذلیل کرد ایشان را
خدا و قریب نکنیم ایشان را هرگاه دور کرد ایشان را خدا و در فتاوی عالمگیری
در حال اکل مومنین با غیر ایشان نقل است حکی عن الحاکم الامام
عبد الرحمن الکاتب انه ان ابتلی به المسلم مرة او مرتین
فلا بأس به واما الدوام علیه فیکره کذا فی المحیط و در مطالب المؤمنین
مذکور است وههنا تفصیل لا بد من معرفته ان الاکل مع المجوس
ومع غیر المجوس من اهل الشرک هل یباح او لا حکی عن الحاکم
بن عبد الرحمن الکاتب انه یقول ان ابتلی به المسلم مرة او
مرتین فلا بأس به لما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم
کان یاکل فاتاه کافر فقال اکل معك یا محمد فقال نعم فقد اکل

النبي صلى الله عليه وسلم مع الكافر مرة او مرتين لتاليف قلبه
على الاسلام فاما على الدوام فانه مكروه لما نهينا عن مخالطتهم
وموالاتهم وتكثير سوادهم وروي انه عليه السلام قال
من الجفاء ان تأكل مع غير اهل دينك وهذا يدل على انه لا
يأكل مع غير اهل ملته وروي انه اكل مع غير اهل دينه
فلا بد من التوفيق ووجه ما روينا اولا بالاكل مرة او
مرتين ويحمل هذا الحديث على المداومة على الاكل معهم
وذكر القاضي الامام ركن الدين السغدي ان المجوسي اذا كان لا يزمزم فلا بأس
بالاكل معه وان كان يزمزم فلا يأكل معه لانه يظهر الكفر و
الشرك فلا يأكل معه حال ما يظهر الكفر كذا في اخر الفصل العاشر
من سير الذخيرة وقال الفاضل السنامي في نصاب الاحتساب
في وجه التطبيق يحمل هذا الحديث على المداومة وعلى
ان لم يكن تأليف قلبه على الاسلام ويحمل الحديث الاول
على ان من كان نيته تأليف قلبه على الاسلام توفيقا
بين الحديثين انتهى والله اعلم بالصواب

استفتای دیگر از جناب صدر الصدور موصوف الصدر

این حدیث ابو داود چه معنی دارد و مراد از نسخ و استثنا چیست بمقتضای این حدیث
گفتن تسمیه اہل کتاب برای حلت ذبیحه بهر مسلمین و اهراق دم هر دو یا یکی ازین
هر دو ضروریست یا نه حدیث ابو داود اینست عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَكُلُوا
مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ
فَنُسِخَ وَاسْتُثْنِيَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ

جواب از جناب مفتی صاحب ممدوح بالقابهم

معنی قول ابن عباس رضی الله عنهما اینست که مخورید ذبیحه را که بنام خدا ذبح
کرده شده باشد از جانب شما و مخورید آنچه بران نام خدا گرفته نشده باشد ۳۹
از شما یعنی جانورے که شما خاصة برو نام خدا گرفته ذبح کرده باشید حلال ست
و جانورے که شما خصوصًا برو نام خدا گرفته ذبح نکرده باشید حرام ست
اگرچه دیگرے بنام خدا ذبح کرده باشد الحاصل قید منکم در کلوا ولا تاکلوا
ملحوظ و مراد ست که از ان ذبیحه غیر مومنین که بنام خدا ذبح کرده باشد خارج
شده پس حق تعالی عموم غیر مومنین را که مدلول کلمه ما در مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ
عَلَيْهِ منکم واقع ست نسخ فرموده و ذبیحه اہل کتاب را ازان باین قول مستثنی
گردانید وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی ذبیحه اہل کتاب حلال ست
شما را زیرا که مراد از طعام نزد اکثر مفسرین که ابن عباس از ایشان ست ذبیحه است

و در تفسیر نیشاپوری مسطور است الاکثرون علی ان المراد بالطعام
الذبائح لان ما قبل لا یتوقف بیان الصید والذبائح ولان
ما سوی الصید والذبائح محللة قبل ان کانت لاهل الکتاب
وبعد ان صارت لهم فلا یبقی لتخصیصها باهل الکتاب فائدة
انتهی اما قید ذکر اسم الله وعدم ذکر اسم الله پس آنکه بود بر حال خود باقی است
توجه نسخ واستثنا فقط جانب ذبیحه مقید بشکر بوده است لهذا در ذبیحه اهل کتاب
هم ذکر نام خدا ضرور است و چون مراد از تذکیه ذبحه من حیث انها ذبیحه است که
بدون اهراق دم متصور نیست اهراق دم نیز ضرور است [illegible]
در تفسیر معالم التنزیل در بیان ما ذکیتم مے نگارد التذکیة الاتمام یقال
ذکیت النار اذا اتممت اشتعالها والمراد هنا اتمام فری الاوداج
وانهار الدم قال النبی صلی الله علیه وسلم ما انهر الدم وذکر
اسم الله علیه فکل انتهی ونیز فقهائے آورده اند لا یحل ذبیحة الکتابی
اذا ذکر وقت الذبح عزیرا او المسیح کما لا یحل ذبیحة المسلم
اذا ذکر وقت الذبح اسم غیر الله لقوله تعالی وما اهل به
لغیر الله کذا فی النهایة و در فتاوی عالمگیری مسطور است لا باس
بطعام الیهود والنصاری کله من الذبائح وغیرها [illegible]
ثم انما تؤکل ذبیحة الکتابی اذا لم یشهد ذبحه ولم یسمع

مِنْهُ شَيْئًا أَوْ شَهِدَ وَسَمِعَ مِنْهُ تَسْمِيَةَ اللّٰهِ تَعَالَى وَحْدَهُ لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَسْمَعْ
مِنْهُ شَيْئًا يُحْمَلُ عَلَى أَنَّهُ قَدْ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالَى تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِهِ كَمَا
بِالْمُسْلِمِ وَلَوْ سَمِعَ مِنْهُ ذِكْرَ اسْمِ اللّٰهِ تَعَالَى لٰكِنَّهُ عَنَى بِاللّٰهِ تَعَالَى
عَزَّ وَجَلَّ الْمَسِيحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا تُؤْكَلُ إِلَّا إِذَا نَصَّ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ
الَّذِي هُوَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ فَلَا يَحِلُّ وَأَمَّا إِذَا سَمِعَ مِنْهُ سَمَّى الْمَسِيحَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَحْدَهُ أَوْ سَمَّى اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَسَمَّى الْمَسِيحَ لَا تُؤْكَلُ
ذَبِيحَتُهُ انتهى و در عينى شرح بخارى مسطور است إِنَّ الْمُرَادَ مِنْ قَوْلِهِ
تَعَالَى طَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ ذَبَائِحُهُمْ وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
وَأَبُو أُمَامَةَ وَمُجَاهِدٌ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَعِكْرِمَةُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ وَمَكْحُولٌ
وَإِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَالسُّدِّيُّ وَمُقَاتِلُ بْنُ حَيَّانَ وَهٰذَا أَمْرٌ مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ
الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذَبَائِحَهُمْ حَلَالٌ لِلْمُسْلِمِينَ لِأَنَّهُمْ لَا يَعْتَقِدُونَ لِغَيْرِ اللّٰهِ
تَعَالَى وَلَا يَذْكُرُونَ عَلَى ذَبَائِحِهِمْ إِلَّا اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى وَاعْتَقَدُوا فِيهِ مَا هُوَ مُنَزَّهٌ عَنْهُ
وَلَا يُبَاحُ ذَبَائِحُ مَنْ عَدَاهُمْ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ وَمَنْ شَابَهَهُمْ لِأَنَّهُمْ لَا يَذْكُرُونَ
اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَى ذَبَائِحِهِمْ انتهى پس ثابت شد از توجيه و لو بمذهب حنفيه كسانيكه ذبيحه را
با وجود ترك تسميه عمدا حلال ميدانند تسميه اهل كتاب نيز شرط نميدانند پس شان حاجت تكلف و تقدير
نيست زيرا كه عدم شرط تسميه در قوله تعالى و لا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه عام است نيز مر اهل كتاب شده باشد كه ذات
ذبيحه اهل كتاب را بآيه و طعام الذين اوتوا الكتب خارج گردانيده والله اعلم

استفتا ے عدم جواز تداوی بالمحرمات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا حکم ہی علماے دین کا جواز یا عدم جواز مین استعمال ادویہ انگریزی کے کہ اوسکے بعض اجزاے عرقی مرکب ہون شراب اور دوا ون سے مگر وہ ادویہ نشہ لانی ہون خصوصًا ایسے موقع مین کہ جہان اور کوئی طبیب سواے ڈاکٹر انگریزی کے میسر نہ آتا ہو بینوا توجروا

ہو الموفق

شراب تھوڑی ہو یا بہت چونکہ حرام لذاتہ ہی اور پیشاب کے مانند نجس بنجاست غلیظ جیسا کہ در مختار مین بیان حکم خمر مین مرقوم ہی وَحُرِّمَ قَلِیْلُهَا وَکَثِیْرُهَا بِالْاِجْمَاعِ بِعَیْنِهَا اَیْ لِذَاتِهَا انتہی اور بعد اوسکے متن مین مذکور ہی وَهِیَ نَجِسَۃٌ بِنَجَاسَۃٍ غَلِیْظَۃٍ کَالْبَوْلِ انتہی توجو شی کہ شراب سے مرکب ہوگی حرمت اور نجاست مین اوسکا حکم مثل اوس چیز کے ہوگا جو پیشاب سے مرکب ہوا اور اس سبب سے اوسکو حرمت اور نجاست عارض ہووے پس صورت مرقومہ مین جو ادویہ انگریزی کہ مرکب ہون شراب اور دوسری دواؤن سے اگرچہ وہ ادویہ نشہ لانی ہون لیکن بسبب ترکیب شراب کے کہ قلیل وکثیر اوسکا حرام بعینہ اور نجس بنجاست غلیظہ ہی مجموع ۴۲
مرکب حرام اور نجس ہوگیا اور تداوی باشیاے محرمہ بیان فقہاے حنفیہ

تماماً فیہ ہی بعض فقہا قائل بجواز ہیں اور بعضے قائل بعدم جواز مجوزین کہتے
ہیں کہ اگر طبیب مسلمان حصول شفا کو استعمال چیز حرام میں بیان کرے اور کوئی چیز
حلال ایسی نپاوے کہ وہ ازالہ مرض میں اوس چیز حرام کے قائم مقام ہو سکے
تو ضرورت کے واسطے اوس چیز حرام کے ساتھ تداوی درست ہے کیونکہ حق
تعالی نے ہر مرض کے واسطے دوا پیدا کی ہے اور دور کرنے کے لیے رخصت
اور اجازت بھی دی ہے پس جبکہ شی حرام کے استعمال میں حصول شفا یقینی ہوگا اور
کوئی چیز مباح کہ اوس کے قائم مقام ہو سکے میسر نہوگی تو اوسوقت اوس شی حرام
کی حرمت باقی نرہیگی بلکہ استعمال اوس چیز حرام کا مباح ہو جاوے گا جیسا کہ
۳۴ اگر کسی شخص کے حلق میں لقمہ پھنسا ہوا ہو اور اوسکو اسقدر پانی نملے کہ اوسکے
مدد سے لقمہ حلق سے نیچے اوتارے تو اوسوقت جائز ہے کہ شخص کو بقدر
ضرورت شراب سے لقمہ اوتار لیوے یا کوئی شخص شدت پیاس میں ایسا
مبتلا ہے کہ احتمال ہلاک ہو جانے کا رکھتا ہو تو اوسکو زوال عطش کے سبب
بقدر ضرورت شرب خمر مباح ہو [illegible] امام بخاری [illegible] نے جو حدیث روایت
کی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ نے إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُمْ فِيمَا
حُرِّمَ عَلَيْكُمْ یعنی خداے تبارک تعالی نے نہ ٹھہرایا شفا تم لوگوں کی اون
چیزوں میں کہ حرام کر دیا ہے اون کو تم پر پس مراد اوس سے وہ اشیاے محرمہ ہیں
کہ جنکے استعمال میں حصول شفا یقینی نہو اور اشیاے مباحہ میں سے قائم مقام

اوسکا مفقود قرار دیا جاوے اوسوقت درست اوس چیز مین ہو جاویگی اور وہ چیز عموم فِیْمَا
حُرِّمَ عَلَیْکُمْ کے تحت مین داخل رہیگی اس صورت مین استعمال اوسکا لاباس ہی
اور مانعین یہ کہتے ہین کہ جو چیزین شرع شریف مین حرام ہین استعمال اونکا مطلقًا
درست نہین بنا ذریعۂ دوا کے نہ بذریعۂ دوا کے کیونکہ اطبا کا قول بوجہ اسکے
کہ تجربہ پر مبنی ہی مفید یقین کا نہین پس طبیب مسلمان کا بیان کرنا حصول شفا کو
استعمال چیز اسے حرام مین بسبب انعدام علم قطعی کے حجت جواز تداوی باشیاے
محرمہ نہین ہوسکتا بنا برین مجوزین جو معنی کہ حدیث شریف اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ
شِفَاءَکُمْ فِیْمَا حُرِّمَ عَلَیْکُمْ کے بیان کرتے ہین وہ معنی خلاف ظاہر
ہین اسواسطے کہ بجز قول اطبا کے اور کوئی طریقہ ادراک خواص ادویہ کا نہین ہی ۴۴
کیونکہ علم خواص ادویہ کا بعد تجربہ کے ہوتا ہی اور تجربہ وظیفہ اطبا کا ہی اور جبکہ
بنا بر فقدان یقین کے قول اطبا کا اس باب مین حجت نہوے احتمال معرفت یقینی
حصول شفا کا استعمال اشیاے حرام مین باقی نرہا اور قیاس جائز ہونے تداوی
باشیاے محرمہ کا جواز اساغۂ لقمہ اور ازالۂ عطش پر بوسیلہ شرب خمر کے قیاس
مع الفارق ہی اسلیے کہ وقت میسر ہونے پانی کے شراب سے لقمہ اوتارنا یا
پیاس فرو ہونے کے لیے ضرورت کے موافق شراب پینا وہ چیز ہی کہ
جسکا نفع متحقق اور متیقن ہی پس اس صورت مین احیاے نفس یقینی ہی اس
سبب سے جو شخص حالت مذکورہ مین اوسکو ترک کریگا اور مرجاویگا تو

گنہگار ہوگا جیسا کہ کوئی شخص شدت بھوک مین اسطرح گرفتار ہو کہ اگر کچھ نہ کھاوے
تو مرجاوے پس ایسی حالت مین اوسپر فرض ہے کہ کچھ کھالیوے اگرچہ مردار سے
ہو یا مال حرام سے یا مال غیر سے گو اس صورت مین ضمان دینا لازم ہوگا لیکن
قدر ضرورت سے تجاوز نہ کرے ورنہ مرتکب امر غیر مشروع کا ہوگا پھر اگر ایسا
شخص باوجود قدرت کے کھانے کو ترک کرے گا اور مرجاوے گا تو گنہگار ہوگا
اسواسطے کہ اسمین احیاے نفس متحقق اور متیقن ہے اور اسی تیقن کی وجہ سے ضرورت
سد رمق نے بمقتضاے الضرورات تبیح المحظورات مردار یا حرام مال کے
استعمال کو بقدر ضرورت مباح کردیا کیونکہ عند الضرورت مباح ہونا ممنوع شرعی کا
مبنی ہے اوسکے تعین اور تحقق منفعت کے تیقن پر نہ احتمال نفع پر بخلاف ۴۵
تداوی کے اگرچہ باشیاے مباحہ ہو کیونکہ تداوی مین احیاے نفس متیقن نہین ہے
بلکہ محتمل ہے پس اگر کوئی مریض ادوات کو ترک کرکے مرجاوے گا تو گنہگار
نہوگا جیسا کہ فقہا نے اسکی تصریح کردی ہے فقط جبکہ دلیل مجوزین اور تردید
اوسکی من جانب مانعین بتمامہ تفصیل مواضع متفرقہ درمختار اور اوسکے دونو
حاشیے طحطاوی اور رد المحتار سے بعرض نقل آئی تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ
صاحب درمختار نے بنظر رجحان قول مانعین کے کتاب الطہارۃ اور کتاب
الرضاع مین بحر الرائق شرح کنز الدقائق سے نقل کیا ہے کہ ظاہر مذہب منع
وعدم جواز تداوی باشیاے محرمہ ہے اور یہی عبارت درمختار کی ہے کتاب الاشربہ

میں ذکر علو خمر میں مسطور ہے وہی هذہ وحرم الانتفاع بها ولو بسقي
دواب الی ان قال او في دواء انتهت بقدر الحاجة اسی مطلب کی تائید
کرتی ہے نقلی ہذا القیاس عبارت ملتقی الابحر کی جو کتاب الاشربہ میں واقع ہے
سند یہ اسی مضمون کی ہے حیث قال ولا یجوز الانتفاع بالخمر ولا ان
یداوی بها جرح ولا دبر دابة ولا تسقی ادمیا ولو صبیا للتداوی
انتہی اور محشی طحطاوی نے جو کتاب الرضاع میں ذیل قول شارح ولم یبح الانتفاع
به بغیر ضرورة حرام علی الصحیح لکھا ہے کہ اما اذا کان لضرورة
ففیه خلاف والفتوی علی المنع کما یأتی انتہی مفتی بہ ہونے قول
عدم جواز پر ناطق ہے محشی شامی رحمہ اللہ مطعفه السامی نے جو کتاب الحظر والاباحة
میں تحت قول شارح وجوزه فی النهایة بمحرم الخ عبارت نہایہ کی نقل
کرکے لکھا ہے قال فی الذخیرة بعد ما نقله عن النهایة واقره فی المنح للغفار وغیره
وقدمنا فی الطهارة والرضاع ان المذهب خلافه انتہی یعنی مشعر ترجیح
ومختار ہونے قول المعین پر اور جو کہ ذخیرۃ العقبی میں ذیل کتاب الکراہۃ کے
مسطور ہے قوله والحقنة ای جاز الاحتقان للتداوی لا للتسمین
قال مفتی الثقلین لا یجوز استعمال المحرم فی الحقنة کالخمر ونحوها
لان التداوی بالمحرم محرم انتہی یعنی اختیار قول المعین پر دلیل اصح ہے
کیونکہ مفتی الثقلین نے حرمت تداوی بالمحرم پر جزم کرکے اسکی دلیل عدم جواز

استعمال اشیاے حرام کی عمل ظاہر مین گردانی ہی علاوہ اسکے اور کتب معتمدہ سے
بھی راجحیت قول مانعین اور مرجوحیت قول مجوزین کی مفہوم ہوتی ہی اور صاحب درمختار نے
کتاب الطہارۃ مین بعد بیان اختلاف اور نقل کلام صاحب بحر الرائق کے کہ مشتمل
استفہام مذہب عدم جواز پر ہی جو مصنف سے فتوی جواز پر حکایۃ بلفظ قیل
نقل کیا ہی وہ یہ عبارت فرع اُختُلِفَ فِی التَّدَاوِی بِالمُحَرَّمِ فَظَاهِرُ المَذهَبِ
المَنعُ کَمَا فِی رِضَاعِ البَحرِ لٰکِن نَقَلَ المُصَنِّفُ ثَمَّہٗ وَهُنَا عَنِ الحَاوِی
وَقِیلَ یُرَخَّصُ اِذَا عُلِمَ فِیهِ الشِّفَاءُ وَلَم یُعلَم دَوَاءٌ آخَرُ کَمَا رُخِّصَ
الخَمرُ لِلعَطشَانِ وَعَلَیهِ الفَتوٰی انتہی پس محشی طحاوی نے
کتاب الرضاع مین اس نقل پر اعتراض کیا ہی یہ عبارت وَفِی هٰذَا النَّقلِ
عَنِ المُصَنِّفِ نَظَرٌ فَاِنَّ الفَتوٰی فِی کَلَامِهٖ عَلَی المَنعِ لَا عَلَی التَّرخِیصِ
وَنَصُّهَا وَفِی الحَاوِی القُدسِی اِذَا سَالَ الدَّمُ مِن اَنفِ اِنسَانٍ وَلَا
یَنقَطِعُ حَتّٰی یُخشٰی عَلَیهِ المَوتُ وَقَد عُلِمَ بِالتَّجرِبَةِ اَنَّهٗ لَو کُتِبَ
فَاتِحَةُ الکِتَابِ اَوِ الاِخلَاصِ بِذٰلِکَ الدَّمِ عَلٰی جَبهَتِهٖ یَنقَطِعُ
فَلَا یُرَخَّصُ لَهٗ فِیهِ وَعَلَیهِ الفَتوٰی وَقِیلَ یُرَخَّصُ کَمَا رُخِّصَ فِی
شُربِ الخَمرِ لِلعَطشَانِ وَاَکلِ المَیتَةِ فِی المَخمَصَةِ انتہی لیکن
محشی شامی کے کلام کا مدلول یہ ہی کہ منح الغفار شرح تنویر الابصار کے اندر
مین فتوی جواز پر ہی وہ عبارت یہ ہی قُلتُ لَفظُ وَعَلَیهِ الفَتوٰی رَاَیتُهٗ

فی نسختین فی المنح بعد القول الثانی کما ذکرہ الشارح کما علمتہ وکذا رأیتہ فی الحاوی القدسی فعلم ان ما فی نسخۃ الشرح تحریف فافہم انتہیٰ — اب واضح ہو کہ ملاحظۂ کلام محشی طحطاوی و محشی شامی علیہما الرحمہ ایسا ثابت ہوتا ہی کہ اس مقام مین نسخ حاوی قدسی کے باہم اختلاف رکھتے ہین وعلیٰ ہذا القیاس نسخ منح الغفار کے بھی اس محل مین باہم مختلف ہین کیونکہ حصر کرنا روایت لفظ و علیہ الفتوی کا قول جواز پر صرف دو نسخون منح مین جیسا کہ محشی شامی سے وقوع مین آیا دلیل صریح اسپر ہی کہ سوای نسختین مذکورتین کے اور نسخون مین موافق نقل طحطاوی کے پایا گیا اور بعید نہین کہ لفظ فافہم جو محشی شامی مین واقع ہی اشارہ اسی طرف ہو پس اس صورت مین مصنف علیہ الرحمہ کے کلام سے تداوی باشیاے محرمہ کے جواز پر فتوی بسبیل جزم و یقین کے مفہوم نہین ہوتا اور منطوق اکثر کتب حنفیہ کا ترجیح قول عدم جواز علی سبیل القطع ہو پس سزاوار یہ ہی کہ صاحب درمختار نے جو مصنف سے فتوی جواز پر نقل کیا ہی کہ وہ مصنف کے کلام سے نظر باختلاف نسخ بطریق جزم کے مفہوم نہین ہوتا معارض منطوق یقینی اور کتب معتمدہ کے نہو بلکہ درمختار مین ذیل کتاب الاشربہ بیان حکم خمر مین خود مصنف کا کلام منافی اس نقل کے ہی اور شارح علیہ الرحمہ نے اوس قول کی شرح مین خود مصنف سے اوس کا معتمد علیہ ہونا نقل کیا ہی چنانچہ عبارت اوس مقام

ف … [illegible] … ۱۲۵۱

کی ہے وَلَا یَجُوْزُ بِھَا التَّدَاوِیْ عَلَی الْمُعْتَمَدِ قَالَہُ الْمُصَنِّفُ قُلْتُ
وَلَوْ بِالْحُقْنَۃِ اَوْ اَقْطَارٍ فِی الْاِحْلِیْلِ نِھَایَۃٌ انتہت ناظر خبیر پر پوشیدہ نہ رہے
کہ شارح علیہ الرحمہ کا یہ قول نقلًا عن النہایہ مشعر اس بات پر ہے کہ دربارہ جواز وعدم جواز
تداوی بالخمر کے حرام صاحب نہایہ کا کلام بھی مضطرب ہے کیونکہ اس نقل سے ظاہر ہوتا
ہے کہ مذہب صاحب نہایہ کا عدم جواز ہے اور کتاب الحظر والاباحہ میں جو شارح نے نقل
کیا ہے بقول خود وَحَقَّقَ فِی النِّھَایَۃِ بِتَحْرِیْمِہٖ الخ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ
مذہب اونکا جواز ہے پس صاحب نہایہ کو بھی حکم بالجواز پر قطعیت نہیں ہے بنا بریں
صاحب در المنتقی میں عبارت نہایہ کی جو مشعر جواز ہے نقل کرکے اوسکے تردید
میں کہا ہے وَقَدْ مَنَّا فِی الطَّھَارَۃِ عَنِ الْاَصْنَاعِ اَنَّ الْمَذْھَبَ خِلَافُہٗ انتہی
جیسا کہ بتیسر حاشیہ شامیہ سے منقول ہوا علاوہ اسکے حنفیہ علیہم الرحمہ کے نزدیک
شیٔ حرام کے استعمال میں کمال احتیاط مد نظر ہے یہانتک کہ درصورت دائر ہونے
میں حلال و الحرام کسی شی کے احتیاطا حرام کو حلال پر غلبہ دیکر اوس شیٔ کے استعمال
کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ قاعدہ شرعی اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ
الْحَرَامُ جیسا کہ اشباہ و نظائر میں مرقوم ہے اس مدعا پر گواہ ہے یعنی جب ایک چیز
حلال اور حرام ہونے میں علما کا اختلاف ہوا اور دلیل حلت کی مساوی ہو دلیل
حرمت کے یعنی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہو اس صورت میں دلیل حرمت پر
عمل کرنا چاہیے نہ دلیل حلت پر تاکہ اہل اسلام استعمال اوس چیز سے کہ ممکن ہے حرام ہو

نجس ہیں کیونکہ یہ امر منافی اطاعت و خلاف انقیاد حکم خدا و رسول علیہ التحیۃ والثنا کے ہی
پھر جبکہ دلیل حرمت کو رجحان ہوگا دلیل حلت پر اوس صورت میں بطریق اولی استعمال
اوس چیز کا روا نہو گا اور محققین حنفیہ نے جو قول اطبا کو اس بات میں اعتبار نہیں کیا
پس ظاہر ہی کہ منشا اوس کا بھی احتیاط ہی اسلیے کہ اطبا کا قول از قبیل تجربیات
ہی اور تجربہ یقین کا مفید نہیں ہوتا بلکہ مفاد اوس کا ظن غالب ہی پس اگر استعمال
شی حرام میں احتیاط مد نظر نہوتی تو جیسا کہ اور مسائل میں غلبۂ ظن معتبر ہی اس
مسئلے میں بھی محققین اوسکا اعتبار کرتے بالجملہ اصل اس مسئلہ تداوی بالمحرم میں
مسئلہ بول ماکول اللحم ہی جیسا کہ درمختار کے باب الرضاع میں بحر الرائق سے منقول
ہی کہ اصلہ بول الماکول انتہی و ہرگاہ مزید توضیح و تشریح مقتضی تعرض مسئلہ
مرقومہ کی بھی ہی تو اگرچہ بیان اوسکا باعث اطناب کلام و تطویل مقال ہی لیکن
بنظر زیادت افادت ذکر اوس کا بھی مناسب حال ہی پس واضح ہو کہ بول ماکول اللحم کی
حلت و حرمت و طہارت و نجاست میں ہمارے علما سے ثلثہ باہمدیگر اختلاف رکھتے
ہیں امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ طاہر اور حلال ہی بدلیل حدیث عرنیین کے
کہ اوسکو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہی اور ورود حدیث نور الانوار
میں باین الفاظ مروی ہی کہ اِنَّ قَوْمًا مِّنْ عُرَيْنَةَ اَتَوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ
فَلَمْ يُوَافِقْهُمْ فَاصْفَرَّتْ اَلْوَانُهُمْ وَانْتَفَخَتْ بُطُوْنُهُمْ فَاَمَرَهُمْ
رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَّخْرُجُوْا اِلَى اَهْلِ الصَّدَقَةِ وَيَشْرَبُوْا

۵۰